itsurdu.blogspot.com
پاکستان چلڈرن رائٹرز گائیڈ کے زیر اہتمام
ہمارے علاّمہ اقبالؒ
عمیر الٰہی
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

پاکستان چلڈرن رائٹرز گائیڈ کے زیرِ اہتمام

ہمارے
علّامہ اقبال

عمیر الٰہی

(صدارتی ایوارڈ یافتہ مصنف)

کتاب کا نام:	ہمارے علامہ اقبال
مصنف:	عمیر الٰہی
سالِ اشاعت:	2013ء
سرکولیشن مینیجر:	خرم لودھی
معاونین:	حماد الٰہی، زوہا محبوب
سرِ ورق:	منیب افتخار
قیمت:	50روپے
ناشر:	الٰہی پبلی کیشنز کراچی
کمپوزنگ:	سسٹم گرافکس کراچی

ملنے کا پتہ:

R-95 بلاک 15-B، بفرزون نارتھ کراچی

0333-2172372

آئی ایس بی این: 978-969-9562-33-4

انتساب

رضا علی عابدی

(ممتاز محقق، ادیب، کالم نگار اور براڈ کاسٹر)

عمیرا الٰہی میری نظر میں

عمیرا الٰہی کی یہ تیسری کتاب میرے سامنے ہے جو کہ انھوں نے شخصیاتِ پاکستان پر لکھی ہے۔ عمیرا الٰہی کا پسندیدہ موضوع تحریکِ پاکستان ہے۔ ویسے تو انھوں نے متعدد دوسری تحریریں لکھی ہیں مگر تحریکِ پاکستان کے حوالے سے ان کی دلچسپی قابلِ تحسین ہے۔

عمیرا الٰہی کی یہ دوسری کتاب بھی مفکرِ پاکستان علامہ اقبالؒ پر ہے لگتا ہے کہ علامہ اقبالؒ ان کی پسندیدہ شخصیت ہیں۔ پچھلی کتاب اور موجودہ کتاب پڑھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کتب بچوں کے لیے بہت مفید اور کار آمد ہے جس کے ذریعے علامہ اقبال کی شخصیت کے متعدد نئے پہلو بچوں کے سامنے آئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ عمیرا الٰہی کی طرح دیگر بچوں کے ادیب بھی شخصیاتِ پاکستان پر قلم اٹھائیں اور نئی نسل کو ان کی قربانیوں سے روشناس کرائیں جو ہمارے آبا و اجداد نے پاکستان کے لیے دی ہیں۔

محبوب الٰہی مخمور

ایم اے صحافت، ایم اے اردو

صدر پاکستان چلڈرن رائٹرز گلڈ، مدیر انوکھی کہانیاں کراچی
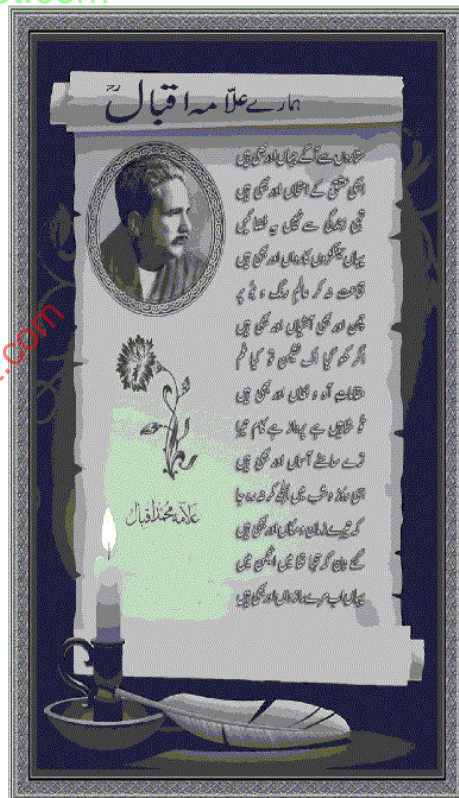
ہمارے علامہ اقبالؒ
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں
علامہ محمد اقبال

علامہ اقبال سیرت و کردار کے آئینہ میں

گفتگو کا انداز :

علامہ اقبال کا انداز گفتگو بڑا دلاویز تھا وہ لوگوں سے ان کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے تھے بات سادہ انداز میں کرتے اور اپنی علمیت ظاہر کرنے سے گریز کرتے تھے۔ وہ دوسروں سے معلومات حاصل کرکے خوش ہوتے تھے۔(دائرہ معارف اقبال' ڈاکٹر ملک حسن اختر)

فرماں برداری:

لنڈن میں علامہ اقبال کو خیال پیدا ہوا کہ انہیں شاعری چھوڑ دینی چاہیے تو سر عبدالقادر نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا مگر فیصلہ کے لیے دونوں ٹامس آرنلڈ کے پاس گئے جنھوں نے سر عبدالقادر کی رائے سے اتفاق کیا اور یوں علامہ اقبال نے شاعری سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا اور فرماں برداری کا فرض نبھایا۔

استاد کا مرتبہ:

علامہ اقبالؒ اپنے استاد مولوی میر حسن سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے ایک مرتبہ یوں ہوا کہ وہ سیالکوٹ میں رحیم عطار کی دکان پر کھڑے حقہ پی رہے تھے کہ یکا یک مولوی صاحب ادھر آ نکلے علامہ اقبال نے حقے کو وہیں چھوڑا اور بھاگ کر ان کے پیچھے ہو لیے اس وقت وہ زردوزی کے کام کے سلیم شاہی جوتی پہنے ہوئے تھے۔ بھاگ دوڑ میں ایک جوتی پاؤں سے نکل گئی علامہ اقبال نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسی طرح بڑے ادب سے
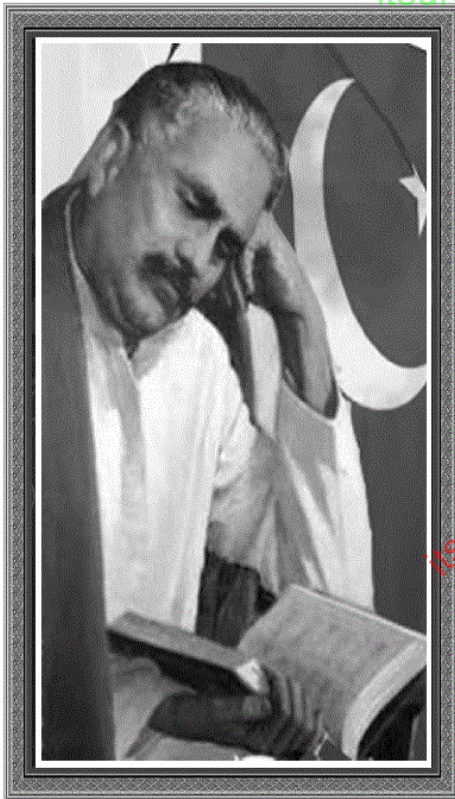
سر جھکائے مولوی صاحب کے پیچھے چلتے رہے اور مولوی صاحب کو ان کے گھر کے دروازے تک چھوڑ کر واپس آئے علامہ اقبال اس زمانے میں ایم اے کے طالب علم تھے اور بہت ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے تھے رحیما عطار کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اس نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے تو علامہ نے فرمایا "رحیمے تجھے کیا معلوم کہ شاہ صاحب کا مرتبہ کیا ہے۔"

احکام کی تعمیل:

علامہ اقبالؒ گفتگو اس قدر نفاست اور رکھ رکھاؤ سے کرتے کہ صرف اہل علم ہی اس کے اہل ہو سکتے تھے۔

9 جون 1907ء کا ذکر ہے کہ پروفیسر آرنلڈ کے ہاں ایک ڈنر پر علامہ صاحب بھی موجود تھے پروفیسر موصوف نے ذکر کیا کہ جرمنی میں ایک نہایت نادر عربی مخطوطہ برآمد ہوا ہے جس کی تصحیح اور جس کے اقتباس کے لیے اقبال کو بھیجنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ اس ذمہ دارانہ کام کے لیے صرف یہی موزوں رہیں گے۔ اقبال نے گذارش کی کہ اپنے استاد کے مقابلے میں میں بالکل طفل مکتب ہوا پروفیسر صاحب نے کہا نہیں میری رائے یہ ہے کہ اس معاملے میں شاگرد استاد سے بہت بہتر ثابت ہوگا۔ اقبال نے خفیف سے طنز یہ لہجے میں جواب دیا۔

"جناب والا! اگر آپ اس نتیجے پر پہنچے ہیں تو میں اپنے استاد کی رائے کو تسلیم کر لیتا ہوں اور اس کے احکام کی تعمیل کروں گا۔"

ذہانت و فطانت:

علامہ اقبال بڑے ذہین و فطین تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ کم جون 1907ء کو پروفیسر آرنلڈ کی دعوت پر کیمبرج میں ایک پکنک پارٹی ہوئی دریا کے کنارے ایک بڑے درخت کے سائے میں متعدد ذی علم لوگ جمع تھے۔ پروفیسر آرنلڈ

باتیں کرتے کرتے موت وحیات کے فلسفے پر بحث کرنے لگے گونا گوں خیالات کے اظہار سے مباحثہ پیچیدہ سے پیچیدہ ہوگیا اقبال خاموش بیٹھے تھے پروفیسر آرنلڈ علامہ سے کہنے لگے کہ آپ بھی تو کچھ کہیے؟ اقبال نے چمک کر کہا
''زندگی موت کی ابتدا ہے اور موت زندگی کا آغاز ہے'' بس اس جملہ پر بحث ختم ہوگئی اور علامہ اقبال کی ذہانت کا اندازہ آپ کے استاد پروفیسر آرنلڈ کو اور بھی پختہ ہوگیا۔

ملازموں سے اچھا برتاؤ:

شاعری، حقہ اور علی بخش تینوں سے زندگی بھر علامہ اقبال کا ساتھ رہا۔ علی بخش خدمت گار تھا اور حضرت علامہ سے مخلص تھا حضرت علامہ کو اس کے کام کے سوا کسی اور ملازم کے کام سے اطمینان نہ ہوتا تھا ایک دفعہ علی بخش چھٹی پر چلا گیا اور اپنی جگہ رحمے کو ملازم رکھوا گیا جب واپس آیا تو رحمے نے ملازمت کے حوالے سے پریشانی ظاہر کی کہ اب میرا کیا بنے گا۔ حضرت علامہ نے فرمایا چلو تم بھی رہو۔ اتفاق سے پھر رحمے کو گاؤں جانا پڑ گیا تو وہ اپنی جگہ رمضان کو رکھوا گیا۔ اس کی واپسی پر رمضان نے پریشانی ظاہر کی تو علامہ نے اسے بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ دوستوں اور گھر والوں نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ کا کام تو خاص ہوتا نہیں۔ علی بخش حقہ بھر دیتا ہے پھر ان تین تین نوکروں کی ضرورت کیا ہے؟ علامہ یہ سن کر ہمیشہ خاموش رہتے اور ان کی زندگی میں علی بخش رحما اور رمضان تینوں ملازمت کرتے رہے علی بخش کو ان پر زیادہ فوقیت حاصل تھی کیونکہ وہ خادم خاص تھا۔

مسلمانوں کے اصل لیڈر:

علامہ اقبال مسٹر محمد علی جناح کو ہی اپنا اور مسلمانوں کا میر کارواں سمجھتے تھے اقبال کے انتقال سے چند ماہ پہلے جنوری 1938ء میں پنڈت نہرو اور میاں افتخار الدین علامہ اقبال سے ملنے کے لیے آئے۔ پنڈت نہرو روس کے سوشلزم کی بہت کچھ تعریفیں کرتے رہے۔

بالآخر علامہ اقبال نے نہرو سے پوچھا کہ ”آپ کے ان خیالات کے حامی کانگریس میں کتنے آدمی ہوں گے۔“

”نصف درجن کے قریب ہوں گے“ پنڈت نہرو نے جواب دیا اس پر علامہ نے فرمایا۔

”تعجب ہے کہ کانگریس میں آپ کے ہم خیالوں کی تعداد صرف نصف درجن ہے لیکن آپ مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو صرف چند آدمیوں کی خاطر آگ میں جھونک دوں“

اس پر پنڈت نہرو خاموش رہے۔ پھر ہندو مسلم کشیدگی کم کرنے کے موضوع پر بات ہونے لگی تو اچانک میاں افتخار الدین درمیان میں بول پڑے اور کہنے لگے۔

”ڈاکٹر صاحب آپ مسلمانوں کے لیڈر بن جائیں مسلمان مسٹر جناح سے زیادہ تو آپ کی عزت کرتے ہیں اگر مسلمان کی طرف سے آپ کانگریس سے بات چیت کریں تو بہتر نتیجہ نکلے گا“

علامہ اقبال یہ بات سنتے ہی غصے میں آ گئے اور کہنے لگے:

اچھا تو یہ چال ہے کہ بہلا پھسلا کر مجھے مسٹر جناح کے مقابلے میں کھڑا کیا جائے۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہو کہ مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے اصل لیڈر ہیں اور میں تو ان کا ایک معمولی سپاہی ہوں۔ (اقبال کے آخری دو سال ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی)

اولاد سے محبت:

ایک دفعہ میں آنکھوں پر پٹی باندھے اماں جان کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا کہ ٹھوکر لگی اور منہ کے بل گر پڑا، جس کی وجہ سے ہونٹ کٹ گیا اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ اتفاق

سے اس لمحے ابا جان زنانے میں داخل ہوئے اور میرے منہ سے یوں خون بہتا دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

(ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال)

حدیث قدسی کا مطالعہ:

علامہ اقبال کو قرآن پاک کی آیت کے علاوہ حدیث قدسی بھی ازبر تھیں۔ گول میز کانفرنس کے تیسرے اجلاس سے واپسی پر علامہ اقبال کی ملاقات پیرس میں برگساں سے ہوئی۔ برگساں کی تصانیف کا اثر ان پر بہت تھا۔ اس کا نظریہ واقعیت زمان (Reality of Time) ڈاکٹر صاحب کے خیال میں اسلامی نقطۂ نگاہ کے بہت قریب تھا، چنانچہ دوران ملاقات اس پر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے برگساں کو یہ حدیث سُنائی لاتسبوالدھر (زمانہ کو برا مت کہو) فرماتے تھے کہ جس وقت برگساں نے یہ حدیث سُنی تو وہ کرسی سے اُچھل کر آگے بڑھا اور مجھ سے پوچھنے لگا کیا یہ سچ ہے۔

(اقبال کے چند علمی جواہر ریزے: خواجہ عبدالحمید)

وقت آخر یا اللہ:

علامہ اقبال نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی سے منہ نہ موڑا۔ اقبال کی زندگی کے آخری لمحات کے بارے میں میاں محمد شفیع لکھتے ہیں کہ "زندگی کی آخری رات ان (علامہ اقبال) کی تکلیف کا عالم دیکھ کر علی بخش (علامہ کا دیرینہ ملازم) رونے لگا تو کہنے لگے دیکھا دیرینہ رفاقت کا اثر۔ یہ رات انتہائی کرب کے عالم میں بسر کی۔ میں تمام رات سویا نہیں۔ جب تکلیف بہت بڑھ گئی تو مجھے کہا کہ جاؤ شفاء الملک قرشی صاحب کو بلا لاؤ۔ مگر لہجے سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔ میں قرشی صاحب کے مکان واقع دل محمد روڈ پر آ گیا۔ پانچ

بجے کے قریب فروٹ سالٹ پیا اور درد سے بے قرار ہو کر کہنے لگے مجھے یوں معلوم ہوا ہے جیسے کسی نے میرے دل میں چھری گھونپ دی ہے اور پھر "اللہ" کہا اور یہ مرد قلندر دنیا کو خیر باد کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملا منہ خود بخود کعبہ کی طرف ہو گیا، ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

قرآن حکیم سے لگاؤ:

اقبال نے مثبت طور پر یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کی ہے کہ تمہاری مصیبتوں او رمسائل کا اگر کوئی حل ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ تم قرآن کی پیروی کرو اور اپنی زندگیوں پر اسلام کے آئین کو نافذ کرو۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آخری دور میں اقبال نے تمام کتابوں کو الگ کر دیا تھا اور سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب وہ اپنے سامنے نہ رکھتے تھے۔ سالہا سال تک علوم وفنون کے دفتروں میں غرق رہنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچے تھے وہ یہ تھا کہ اصل علم قرآن ہے اور یہ جس کے ہاتھ آ جائے وہ دنیا کی تمام کتابوں سے بے نیاز ہے۔

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ماہنامہ کوثر لاہور اقبال نمبر 1984)

قائد اعظم سے لگاؤ:

25 مارچ 1940ء کو یونیورسٹی ہال لاہور میں یوم اقبال کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے شیخ عبدالقادر مرحوم نے ایک دل چسپ واقعہ سنایا تھا۔ آپ نے کہا تھا:

"علامہ کی زندگی کے آخری دن (نٹال، جنوبی افریقہ) کے ایک انگریزی اخبار کا تراشہ کسی نے آپ کو بھیجا جس میں درج تھا کہ:

"مسلمانان نٹال نے ایک جلسہ کیا جس میں اقبال جناح اور کمال اتاترک کی درازی حیات کے لیے دعا مانگی گئی۔"

جب حضرت علامہ کو یہ تفصیل پڑھ کر سنائی گئی تو آپ نے فرمایا: "میں تو اب اپنا کام ختم کر چکا ہوں مسٹر جناح کو ابھی اپنی زندگی کا مشن پورا کرنا ہے"۔

سادہ زندگی کے قائل:

علامہ اقبال کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ وہ خود بھی سادگی پسند تھے اور دوسروں کو بھی سادگی کو شعار بنانے اور چادر دیکھ کر پیر پھیلانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اس بات کا اندازہ اور چیزوں کے علاوہ ان کے رہن سہن کے انداز سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

جاوید منزل کے شروع کے تین کمروں میں جو زیادہ تر علامہ اقبال کے استعمال میں رہتے تھے ایک نواڑی چارپائی' ایک سنگھار میز' ایک وکٹورین صوفہ' جاپانی اسٹائل کی تین آرام کرسیاں' دو چھوٹی میزیں' چھ کھانے کی کرسیاں' ایک بیضوی شکل کی میز رکھے ہوئے تھے۔

(کتابچہ "علامہ اقبال میوزم" ہمدرد اکیڈمی' کراچی)

لڑکی کی پیدائش کو باعث برکت خیال کرتے:

علامہ اقبال لڑکیوں کی پیدائش کو برکت کا باعث تصور کرتے اور رزق کی افزائش کا باعث خیال کرتے ایک خط میں لکھتے ہیں "آج بھائی صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے لڑکیوں کی پیدائش رزق کی افزائش ہے کیا عجب اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں بھی توسیع کر دے۔

(روزگار فقیر: جلد دوم)

ماں سے محبت:

علامہ اقبال یوں تو اپنے اہل خانہ کے ہر فرد سے دلی لگاؤ رکھتے تھے مگر خصوصاً وہ اپنی

والدہ محترمہ سے بڑی عقیدت رکھتے۔ انہوں نے ایک جگہ کہا ہے کہ

"ماں ایک ایسی رحمت ہے جس کو نبوت کے ساتھ نسبت ہے کہ اس کی آغوش میں نبیوں نے پرورش پائی۔ ماں پیغمبروں کی سی شفقت رکھنے والی ہے اور وہ آنے والی نسلوں کے کردار کی تشکیل کرتی ہے۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا

قرآن حکیم سے محبت اور عقیدت:

علامہ اقبال قرآن پاک کی محبت اور عقیدت میں کس درجہ مخلص تھے اس کا اندازہ ان کی گفتگو سے ہوتا ہے جو سید سلیمان ندوی کے ساتھ سفر کابل کے دوران ہوئی تھی ندوی صاحب نے خود علامہ اقبال کے الفاظ میں اس واقعہ کو اس طرح تحریر کیا ہے۔

"جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے معمولات اور وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا کہ کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔ میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: جب امتحان دے لو گے تب' جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: جب پاس ہو جاؤ گے جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: بتاؤں گا۔ ایک دن صبح کو حسب دستور قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آئے اور فرمایا: بیٹا کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن پاک تم پر ہی اتر رہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے" ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ ان کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں"۔

آنحضرت ﷺ پر نزول قرآن کے بارے میں یقین و اعتماد:

فقیر سید وحیدالدین جو سید نجم الدین کے بیٹے تھے اپنے والد کے ساتھ علامہ اقبال کی محفلوں میں جایا کرتے تھے انہوں نے جو گوہر آبدار اس سلسلے میں یکجا کئے وہ ایک گراں قدر کارنامہ ہے۔علامہ اقبال سے متعلق ایسے ہزاروں واقعات انہوں نے لکھے جن سے علامہ کی زندگی کے کئی گوشے نمایاں ہوتے ہیں۔

علامہ اقبال نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک مرتبہ کرسچین کالج لاہور کا سالانہ اجلاس تھا۔کالج کے پرنسپل لوکس تھے اجلاس ختم ہوا تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور مجھے ایک گوشے میں لے گئے اور پوچھا اقبال مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر پر قرآن کا مفہوم نازل ہوا تھا جسے انہوں نے اپنی عربی زبان کا لباس دیا' یا یہ قرآنی عبارت من وعن اسی طرح اتری تھی۔

میں نے جواب دیا یہ عبارت لفظ بہ لفظ ایسی طرح اتری تھی۔لوکس نے حیران ہو کر کہا ۔اقبال تم جیسا علم رکھنے والا انسان بھی اس پر یقین رکھتا ہے؟میں نے کہا وہ تو پیغمبر تھے مجھ جیسے ان کے غلام پر لفظ بہ لفظ شعر اترتا ہے اور جب شعر اترتے ہیں تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا مشہور جرمن شاعر گوئٹے نے کہا کہ جب میں یہ الہامی کتاب پڑھتا ہوں تو میری روح کانپنے لگتی ہے (قرآن کریم کا ترجمہ صدیوں پہلے جرمن زبان میں ہو چکا تھا)۔علامہ اقبال نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا شاعر کو بھی ایک ایک قسم کا الہام ہوتا ہے جب وہ کوئی الہامی کتاب پڑھتا ہے تو اپنی روح کو اس کی معنویت سے ہم آہنگ پاتا ہے مگر یہ چیز ہر انسان کو نصیب نہیں ہوتی۔

حرام کمائی سے نفرت:

ایک بار علامہ اقبال کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے مقدمے کی پیروی

کرنے کی درخواست کی.....علامہ اقبال نے اس کے کاغذات کی جانچ پڑتال کے بعد یہ کہہ کر مقدمہ لینے سے انکار کر دیا اس مقدمے میں آپ کی جیت جانے کا کوئی امکان نہیں.....وہ شخص بولا! آپ منہ مانگی فیس وصول کرلیں اور مقدمہ لڑیئے۔اگر میں ہار بھی گیا تو مجھے افسوس نہ ہوگا مگر آپ نے یہ کہہ کر مقدمہ لینے سے صاف انکار فرما دیا کہ میں حرام کی کمائی کا قائل نہیں ہوں۔

ہونہار شاگرد:

علامہ اقبال استادوں کا احترام ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے' ایک مرتبہ' آپنے ایک دوست کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ان کے استاد سید میر حسن کا گزر ہوا وہ اس وقت فرط محبت میں اُٹھے اور جلدی سے جوتی کا ایک پیر وہیں رہ گیا اور سید صاحب کی خدمت میں آداب بجالائے ۔سید صاحب نے علامہ اقبال کی طرف غور سے دیکھا تو کہا کہ ایک جوتا کہاں ہے تو علامہ نے فرمایا کہ اگر میں جوتا تلاش کرتا تو آپ سے ملاقات کا یہ شرف کیسے حاصل کرتا تو سید صاحب نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ مجھے تم جیسا ہونہار شاگرد ملا ہے۔

حاضر جوابی:

علامہ اقبال انتہائی حاضر جواب تھے ان کی حاضر جوابی کا ایک مشہور قصہ تو بچپن کا وہ واقعہ ہے جب ایک دفعہ علامہ اقبال اپنی کلاس میں دیر سے پہنچے تو استاد نے سوال کیا ”اقبال دیر سے کیوں آئے“۔

انہوں نے فوراً یہ جواب دیا۔

”اقبال ہمیشہ دیر سے آیا کرتا ہے“

اس جملے سے اقبال کی حاضر جوابی اور نکتہ آفرینی کا ثبوت ملتا ہے۔

جانوروں سے محبت:

علامہ اقبال کو بچپن میں کبوتر پالنے کا ازحد شوق تھا۔ عالمِ جوانی میں ان کا یہ شغل ایک مقدس و روحانی جذبے کے ساتھ ہی دل میں پروان چڑھا۔ علامہ اقبال اس تلاش و جستجو میں رہے کہ کہیں سے انہیں مدینے کا کوئی کبوتر مل جائے۔ چنانچہ 1917ء میں ان کی یہ دلی آرزو پوری ہوگئی جب ایک حاجی نے حضورﷺ کے روضہ مبارک کے قرب و جوار سے انہیں ایک کبوتر لا کر دیا۔ یہ ابھی بچہ تھا علامہ نے بڑے پیار اور مقدس جذبے کے تحت اسے پالا پوسا۔ انہیں ہر وقت اس کے دانے دُنکے کی فکر دامن گیر رہتی مگر صد افسوس کہ یہ کبوتر ایک بلی نے نگل لیا۔ علامہ کے دل پر اس واقعہ کا گہرا اثر ہوا اور انہوں نے اس پر ایک نظم بھی کہی اس نظم کا مطلع پیش ہے۔

رحمت ہو تیری جان پہ اے مرغ نامہ
بر
آیا تھا اُڑ کے درِ بام حرم سے

احترامِ استاد:

اپنے استاد مولوی میر حسن سے علامہ اقبال بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور یہ عالم تھا کہ 1933ء میں جب اقبالؒ کو سر کا خطاب ملنے لگا تو گورنر پنجاب نے علامہ سے شمس العلماء کے خطاب کے لیے کوئی نام مانگا تو علامہ نے فوراً اپنے اُستاد مولوی میر حسن کا نام پیش کر دیا گورنر نے پوچھا۔ مولوی صاحب کی کوئی تصنیف بھی ہے۔ علامہ اقبال نے بے ساختہ جواب دیا "ان کی سب سے بڑی تصنیف میں ہوں جسے گھر بلا کر سر کا خطاب دیا جا رہا ہے۔

پرتاثیر آواز:

علامہ اقبال کی آواز بچپن ہی بڑی میٹھی اور خوب صورت تھی۔ مشاعروں میں علامہ اقبال ترنم سے نظمیں سنایا کرتے تھے جس کے باعث ان کی تاثیر بڑھ جاتی تھی اور لوگوں کی

آنکھیں تر ہو جاتیں اور وہ بے اختیار علامہ پر پھول نچھاور کرنے لگتے۔

اسلام اور یورپ:

علامہ سر محمد اقبال اسلام کے سچے شیدائی تھے اور ہر مقام پر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں نظر آتے علامہ اقبال نے ایک جگہ فرمایا:

"وہ علمی روح جس پر آج یورپ کو ناز ہے قرآن پاک ہی کی پیدا کردہ ہے مسلمان نہ ہوتے تو آج علم و حکمت کا یہ رنگ نہ ہوتا۔ (اقبال کے حضور مرتبہ سید نذیر نیازی ص 117)

قلندری و بے نیازی:

علامہ اقبال قلندرانہ مزاج رکھتے تھے اور بے نیازی حد درجہ ان کی شخصیت میں سمو چکی تھی۔ ایک مرتبہ علامہ کو وائسرائے سے ملاقات کے لیے دہلی جانا پڑا وائسرائے نے کہا کل شام کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں مگر علامہ نے جواب دیا کہ میں تو آج شام جا رہا ہوں اگر آپ کھانا کھلانا ہی چاہتے ہیں تو آج شام کھلا دیں چنانچہ وائسرائے نے ان کی خاطر اسی روز کھانے کا اہتمام کیا۔

یہ واقعہ اس دور کا ہے جب لوگ وائسرائے کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے مہینوں انتظار کرتے تھے مگر علامہ کی قلندری وائسرائے کی طاقت کا کہاں احترام کرتی تھیں۔

لفظ "محمدﷺ" کے ہجوں کو مخفف نہیں لکھا:

علامہ ڈاکٹر اقبال آنحضورﷺ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ کی زیر مطالعہ کتب کے ٹائیٹل پر اُن کے دستخط ثبت ہیں بعض کتابوں پر دستخط کرنے کے علاوہ سال ماہ، تاریخ او شہر کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ علامہ کے دستخط بہت سادہ تھے۔ علامہ لفظ "محمد" کے ہجے مکمل حروف سے تحریر کرتے تھے کسی کتاب کے ٹائٹل پر بھی علامہ نے اپنے دستخط ثبت کرتے

ہوئے لفظ ''محمد'' مختصر ہجوں میں نہیں لکھا۔ (علامہ اقبال اور ان کے بعض احباب۔ پروفیسر محمد صدیق)

بیس برس ہر روز تلاوت کلام پاک فرماتے رہے:

علامہ اقبال نے نئی نسل کے لیے بصیرت کے کتنے ہی گوشے وا کئے تھے مسلم یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے طلبہ سے 29 نومبر 1929ء کے سپاسنامہ کے جواب میں علامہ اقبال نے ایک پر مغز تقریر میں فرمایا۔

''میں گذشتہ بیس برسوں سے قرآن شریف کا بغور مطالعہ کرتا ہوں' ہر روز تلاوت کرتا ہوں مگر میں ابھی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے کچھ حصوں کو سمجھ گیا ہوں۔''

بچوں سے محبت:

حضرت علامہ اقبال بچوں کو کھلانا بہت پسند کرتے تھے گھنٹوں چھوٹے بچوں کو گود میں لئے بیٹھے رہتے ایک روز ان کے بھتیجے امتیاز ان کی گود میں بیٹھے کھیل رہے تھے اور اسی دوران قریب ہی میز پر رکھے ہوئے چاقو کو کھیلتے کھیلتے اُٹھایا اور اس سے کھیلنا چاہا۔ علامہ نے اس ڈر سے کہ کہیں بچہ زخمی نہ ہو جائے چاقو امتیاز کے ہاتھوں سے لے لیا اس پر ننھا امتیاز احتجاجاً رونے لگا اور لاکھ بہلانے سے بھی چپ نہ ہوا۔ اس واقعے سے متاثر ہو کر علامہ نے ایک نظم ''طفل شیر خوار'' لکھی جو علامہ کے اردو شعری مجموعہ ''بانگ درا'' میں شامل ہے۔ (اقبال درون خانہ)

مصروف گفتگو:

علامہ اقبال کی بڑی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے چھوٹے صاحب زادے محترم فضل حق صاحب اپنا ایک چشم دید واقعہ یوں بیان کیا کرتے تھے ''میری عمر تقریباً سولہ سترہ

برس کی ہوگی کہ میں ایک مرتبہ سردیوں میں اپنی والدہ کے ہمراہ لاہور ماموں جان (علامہ اقبال) کے ہاں گیا ہوا تھا۔ ایک رات مجھے پتہ نہیں کیا سوجھی کہ میں نے یہ ضد کی کہ آج میں ماموں جان (علامہ اقبال) کے کمرے میں سوؤں گا۔ والدہ محترمہ نے بہت منع کیا لیکن میں مصر رہا۔ ماموں جان (علامہ اقبال) کو معلوم ہوا تو انہوں نے اجازت دے دی۔

چنانچہ میں ایک کمرہ خاص میں ایک چارپائی ڈال کر سو گیا پتہ نہیں رات کو کون سا پہر تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا کمرے میں دو آدمی کسی خاص مسئلے پر آپس میں گفتگو کر رہے ہیں ماموں جان کی آواز تو میں نے پہچان لی لیکن دوسری آواز میرے لیے قطعی اجنبی تھی۔

میں متجسس ہو کر اُٹھا اور ایک دم کمرے میں روشنی کر دی۔ روشنی ہوتے ہی آوازیں بند گئیں۔ ماموں جان اپنے پلنگ پر آلتی مارے بیٹھے تھے۔ دھسا ان کے گرد لپٹا ہوا تھا اور وہ آنکھیں بند کئے اپنے حال میں مست تھے میں نے انہیں ڈرتے ڈرتے آواز دی اور پوچھا آپ تو اکیلے ہیں لیکن ابھی ابھی تو آپ کسی سے باتیں کر رہے تھے وہ کون تھا؟ ماموں جان نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں اور میری طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ ''تمہارے سمجھنے کی بات نہیں چلو سو جاؤ'' ان کی آواز میں اس وقت رقت اس قدر رعب و دبدبہ تھا کہ میں جلدی سے روشنی گل کر کے بستر میں گھس گیا اور پھر صبح تک مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

(اقبال درون خانہ)

انہماک سے مطالعہ کرتے:

علامہ اقبال اکثر مطالعہ میں مصروف رہتے اور اس دوران اُن کی کبھی یہ حالت ہو جاتی کہ آس پاس کے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جاتے۔ اس بارے میں خالد صوفی کہتے ہیں

کہ میری والدہ ایک واقعہ یوں بیان فرماتی ہیں کہ

"ایک دفعہ بڑے زور کا زلزلہ آیا چچا جان (علامہ اقبال) اس وقت اپنے بستر میں لیٹے کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھے۔ زلزلہ اس قدر شدید تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ساری دنیا تہہ وبالا ہوجائے گی گھر کے تمام افراد سراسیمہ تھے میں ان دنوں بچی تھی۔ گھبراہٹ میں کبھی دوڑتی ہوئی چھت پر چڑھ جاتی کبھی نیچے اُتر آتی مگر چچا جان اس طرح بستر میں لیٹے رہے اور مطالعہ جاری رہا جیسے کچھ ہوا ہی ہوا البتہ میرے بھاگنے دوڑنے اور چچی جان (والدہ جاوید) کے مجھے منع کرنے سے قدرے ان کی توجہ ہٹی اور انہوں نے صرف ایک بار کتاب سے نگائیں ہٹا کر میری جانب دیکھا اور فرمایا "وسیمہ اس طرح مت بھاگو اپنے چچا کے پاس بیٹھ جاؤ" اتنا کہا اور پھر کتاب پڑھنے لگے۔"

(مرے کالج سیالکوٹ اقبال نمبر 1977ء)

پسند نہ پسند:

علامہ اقبال سادہ لباس پسند فرماتے تھے۔ ابتدا میں شلوار اور قمیص پہنتے رہے۔ سر پر سفید پگڑی ہوتی یا لنگی' ولایت جا کر انہیں انگریزی لباس بھی پہننا پڑا۔ لیکن واپسی پر عموماً شلوار قمیص اور فر کے کوٹ کے ساتھ ترکی ٹوپی اوڑھتے۔ انگریزی لباس انہیں اتنا مرغوب نہ تھا چنانچہ وفات سے کچھ عرصے پہلے ایک روز جاوید اقبال سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ

مجھے شلوار پتلون سے زیادہ پسند ہے۔

(راوی۔ محسن فارانی)

الہ آباد سے لنگڑا چلا:

علامہ اقبال کا پسندیدہ پھل غالب کی طرح آم ہی تھا ایک خط میں خان نیاز الدین کو اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

واقعی آم دردگردہ کے مریض کے لیے اچھا ہے اور مجھ کو بھی اس سے بہت محبت ہے۔

کھانے کی چیزوں میں صرف یہی ایک چیز ہے جس کے لیے میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے باقی چیزوں کے لیے خواہش نہیں ہوتی یہاں تک کہ روزمرہ کا کھانا بھی عادت کے طور پر کھاتا ہوں۔ ہاں آموں پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ گزشتہ سال مولانا اکبر نے مجھے لنگڑا آم بھیجا تھا۔ میں نے پارسل کی رسید اس طرح لکھی......

اثر یہ تیرے اعجاز مسیحائی کا ہے اکبر
الہ آباد سے لنگڑا چلا' لاہور تک پہنچا

اللہ اللہ کریں:

علامہ اقبال میکلوڈ روڈ پر جس کوٹھی میں رہائش پذیر تھے اس میں ایک جانب باغ تھا جس میں اکثر اوقات پانی بھرا رہتا اور مینڈک رات بھر ٹرا ٹرا کر سونا مشکل کر دیتے۔ جاوید اقبال کی والدہ محترمہ نے علامہ سے اس کی شکایت کی تو آپ ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے لوگ شب بیداری کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں لیکن آپ کے لیے تو قدرت نے خود ہی انتظام کر دیا اس لیے مینڈکوں کو بُرا بھلا کہنے کی بجائے اللہ اللہ کیجیے۔"

چوزہ بریگیڈ:

علامہ اقبال کی بیگم (والدہ جاوید) کو مرغیاں پالنے کا بہت شوق تھا اور اکثر مرغی سے چوزے نکلوایا کرتی تھیں۔ مرغی اپنے بچوں کی فوج کو لیے سارا دن گھومتی رہتی۔ علامہ اسے چوزہ بریگیڈ کہا کرتے تھے اگر کبھی مرغی اپنے چوزوں سمیت علامہ اقبال کے کمرے میں داخل ہوجاتی تو علامہ فوراً اپنے ملازم خاص علی بخش کو آواز دے کر بلاتے۔ علی بخش جونہی حاضر ہوتا تو علامہ اُس سے کہتے:

"علی بخش چوزہ بریگیڈ کی ڈیوٹی کسی اور طرف لگاؤ"

بنیان میں کون:

اقبال مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے ان کے محفلیں ادب لطیف اور ذوق کیثر کی تفسیر ہوتیں۔ ایام گجرات سے ان سے یہ لطیفہ منسوب چلا آتا ہے کہ ایک دفعہ موصوف گرمی کی حدت سے تنگ آئے ہوئے تھے ایک محفل میں شرکت کے سلسلہ میں نہانے کے لیے باتھ روم گئے تو اچانک پھسلے اور دھڑام سے فرش پر گر پڑے۔ شور سن کر احباب میں سے کسی نے پوچھا خیر تو ہے اندر سے آواز آئی گھبرائیے مت بنیان گری ہے ایک صاحب بولے بنیان اور اس قدر دھماکہ۔ تھوڑی دیر کے بعد اقبال باہر آئے اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ بنیان میں اقبال تھا' آپ کا اقبال بال بال بچ گیا؟

علامہ اقبال کے بارے میں ممتاز شخصیات کے تاثرات

قائداعظم محمد علی جناح (بانی پاکستان)

وہ میرے ایک دوست' رہنما اور فلسفی تھے اور ان تاریک ترین لمحات میں بھی جن میں سے مسلم لیگ کو گزرنا پڑا' وہ ایک چٹان کی مانند جمے رہے اور ایک لمحے کے لیے بھی اس موقف سے نہیں ہٹے۔

نواب بہادر یار جنگ:

آج سے ڈیڑھ سال قبل علامہ اقبال کی زندگی میں اقبال کے تصور مومن کو پیش کر کے خود ان سے داد حاصل کی تھی اور آج ان کے انتقال کے بعد مختصر اً اپنا تحفہ عقیدت ان کی سرمدی اور ابدی دعاؤں کی اُمید پر پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور:

ڈاکٹر اقبال کی وفات سے ہمارے ادب میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مدتوں تک اس کا پُر ہونا مشکل ہے ہندوستان کا رتبہ آج کی دنیا میں اتنا کم ہے کہ ہم کسی حالت میں ایسے شاعر کی کمی برداشت نہیں کر سکتے جن کے کلام نے عالمی شہرت حاصل کر لی ہو۔

مسٹر گاندھی:

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بارے میں کیا کہوں لیکن میں اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ جب ان کی مشہور نظم "ہندوستان ہمارا" پڑھی تو میرا دل بھر آیا اور یہر وڈا جیل میں سینکڑوں بار میں نے

اس نظم کو گایا ہوگا اس نظم کے الفاظ مجھے بہت ہی میٹھے لگے۔

جواہر لال نہرو:

ان کی ذات ذہانت اور ہندوستان کی آزادی سے محبت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے ان کی موت سے ہندوستان ایک چمکدار اور تابندہ ستارے سے محروم ہو گیا ہے لیکن ان کی عظیم نظمیں آنے والی نسلوں کے دلوں میں ان کی یاد تازہ رکھیں گے اور فیض پہنچاتی رہیں گے۔

خواجہ حسن نظامی دھلوی (مصور فطرت)

یہ شخص (علامہ اقبال) مجھے ٹیگور اور شیکسپیئر کی نسبت کئی ہزار فٹ اونچا نظر آتا ہے۔

مجید نظامی:

علامہ اقبال نے نہ صرف ہمیں نصب العین دیا بلکہ اس رہنما کی نشاندہی بھی کر دی جسے اس نصب العین کو زندہ جاوید حقیقت بنانا تھا۔ خوش قسمتی سے قائد اعظم محمد علی جناح ان کی اُمیدوں پر پورے اُترے۔

مولوی عبدالحق (بابائے اردو)

اقبال کے کلام نے اردو زبان کا مرتبہ بڑھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس میں وسعت وقوت اور صلاحیت ہے۔

فقیر سید وحید الدین:

ڈاکٹر صاحب کا دل عشق رسول نے گداز کر دیا تھا زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ آنحضرت ﷺ کا ذکر آجاتا تھا تو ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے۔

خوابِ اقبال

قراردادِ پاکستان سے مینارِ پاکستان تک

پاکستان کا قیام مسلمانوں کی جدوجہد اور لاتعداد قربانیوں کا ثمر تھا۔ وطن عزیز کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کو بہت سی پیچیدہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ حالات کچھ سازگار ہوئے تو تحریک پاکستان کے مجاہدوں کی قربانیوں کو سلام پیش کرنے اور 23 مارچ 1940ء کو تاریخ ساز قرارداد کو یاد رکھنے کے لیے کوئی ترکیب سوچی جانے لگی کیونکہ یہ وہ قرارداد تھی جو قیام پاکستان کی بنیاد بنی۔ چنانچہ منٹو پارک میں جس جگہ یہ جلسہ منعقد ہوا اُسے تصور پاکستان کے خالق حضرت علامہ اقبالؒ کی نسبت "اقبال پارک" کا نام دیا گیا۔ اس کے علاوہ پارک کے قریب چوراہے کو "آزادی چوک" اور سڑک کو "شاہراہ پاکستان" کے ناموں سے پکارا جانے لگا۔

عوام کی جانب سے بھی منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد کی یاد کے طور پر کسی یادگار کی تعمیر کا مطالبہ شدت سے ہونے لگا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ ایک قرارداد بھی بلدیہ لاہور کے ایڈمنسٹریٹر ملک عبداللطیف خان نے 23 مارچ 1959ء کو کارپوریشن کے اجلاس میں پیش کی جسے منظور کر لیا گیا۔

صدر ایوب خان کی حکومت نے بھی اس خیال کی تائید کی اور یادگار کے لیے ڈیزائنز پر غور شروع ہوا۔ جون 1959ء میں کارپوریشن کو ابتدائی طور پر تین ڈیزائن موصول ہوئے تاہم یادگار کمیٹی کو ان میں سے کوئی بھی ڈیزائن پسند نہ آیا اور یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا کہ ان کو

itsurdu.blogspot.com

ملاکر ایک نیا ڈیزائن تیار کرلیا جائے۔

اس کے لیے جو ڈیزائن پسند کیا گیا اس میں ایک ہشت پہلو ہال اس کے ساتھ ایک مینار تھا' اس مینار کی اُنچائی پہلے 64 فٹ تجویز کی گئی لیکن پھر اس کو بڑھا کر 99 فٹ کردیا گیا جو اسمائے ربانی کی نشاندہی ہے۔ مینار کے ہر ایک فٹ کے فاصلے پر مختلف رنگوں کے شیشے کی مربع پلیٹیں لگائی جاتی تھیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ اس وقت یہ بھی خیال تھا کہ منٹو پارک کا نام ''نیشنل پارک'' رکھ دیا جائے۔ (اقبال پارک اس کا نام بعد میں رکھا گیا) کیونکہ یہاں ایک قومی یادگار تعمیر ہونے والی تھی۔

تعمیر کے سلسلے میں ''پاکستان ڈے میموریل کمیٹی'' کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمشنر لاہور ڈویژن اس کمیٹی کے چیئرمین تھے جب کہ ڈپٹی کمشنر اس کے سیکرٹری اور خازن اعزازی فاروق احمد (منیجر لاہور کمرشل بینک) تھے۔ کمیٹی کے ارکان کی تعداد تقریباً بائیس تھی' جن میں ڈائریکٹر تعلقات عامہ' سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مارشل لاء حکام کے علاوہ مرات خان' آدم جی' سیٹھ حبیب' نصیر اے شیخ' سعید سہگل' سید مراتب علی' مسٹر ڈولیز ال' میاں بشیر احمد' نواب زادہ رشید علی خاں' علامہ علاؤالدین صدیقی' مسٹر شاہنواز' محمد ولی اللہ خان' میاں محمد شفیع اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسم جیسی اہم شخصیات شامل تھیں۔

19 مارچ 1960/25 رمضان المبارک 1379ء کو یادگار کا سنگ بنیاد گورنر مغربی پاکستان اختر حسین نے رکھا۔

حکومت نے یادگار کی تعمیر کے لیے فنڈز جمع کرنے کے مختلف طریقوں پر غور کیا۔ اس سلسلے میں مالیانہ اور آبیانہ کے ساتھ ایک یا دو پیسے فی روپیہ ٹیکس اور سینما ٹکٹوں کے ساتھ ایک آنہ فی ٹکٹ چندہ لگانے کا فیصلہ ہوا۔ اس اقدام سے پہلے عطیات سے رقم جمع کرنے کی کوشش کی گئی مگر فنڈز کا خاطر خواہ انتظام نہ ہوسکا۔ اس لیے فروری 1962ء میں یادگار پر

کام کا سلسلہ غیر مدت تک ملتوی کردیا گیا۔

2 نومبر 1962ء کو موجودہ سادہ ڈیزائن منظور کیا گیا جسے ''مینار پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ مینار پاکستان کا نقشہ روس کے ترک نژاد مسلمان ماہر آرکیٹیکٹ نصرالدین مرات خان نے تیار کیا۔ مینار پر تاریخی عبارات' اشعار اور آیات قرآنی کے انتخاب کی ذمہ داری میاں بشیر احمد (مدیر ''ہمایوں'') اور مولانا صلاح الدین احمد (مدیر ''ادبی دنیا'') کو سونپی گئی۔ مینار کی تعمیر کے سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات کے حل کے لیے کمشنر لاہور شیر افضل خان کی زیر صدارت ایک اجلاس مرات خان کے گھر ''پتھراں والی حویلی'' واقع منٹگمری روڈ پر جنوری 1963ء میں منعقد ہوا' جس میں یادگار کی تعمیر کے کام کو حتمی صورت دی گئی۔ اس موقع پر نصرالدین مرات خان نے مینار کی تعمیر کے لیے اپنی خدمات بلا معاوضہ پیش کیں۔ انہوں نے مینار کے ڈیزائن اور تعمیراتی امور کی نگرانی کی فیس جو تقریباً دو لاکھ باون ہزار بنتی تھی نہ لی اور اسے مینار کی تعمیر کے لیے بطور عطیہ دے دیا۔

مینار کی تعمیر کے لیے ٹینڈر 14 مئی 1963ء کو منظور ہوا اور تعمیراتی کام کے آغاز کی تاریخ یکم جون طے پائی۔ تعمیراتی کام کا ٹھیکہ تحریک پاکستان کے ایک سرگرم رکن میاں عبدالخالق کو دیا گیا۔ مناسب فنڈ اکٹھا نہ ہونے کی وجہ سے طے شدہ پروگرام کے تحت مینار کی تعمیر کا کام یکم جون 1963ء کو شروع نہ ہوسکا لہٰذا مینار کی تعمیر کے لیے مغربی پاکستان کے اداروں اور ملک بھر کے مخیر حضرات سے ایک بار پھر چندے کی اپیل کی گئی۔ چندہ جمع کرنے کی ذمہ داری سیکرٹری انتظامیہ کمیٹی فیض احمد اسلم (چیف ایگزیکٹو افسر لاہور کارپوریشن) کے سپرد تھی۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ بڑے بڑے صنعتکار اور مخیر حضرات دل کھول کر عطیات دیں گے اور ٹرانسپورٹر حضرات یہ سامان مفت پہنچائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔ ہر کوئی اپنی شرائط پر چندہ دینا چاہتا تھا جنہیں انتظامیہ کمیٹی قبول نہ کرتی۔ سامان کا سب سے بڑا عطیہ چونتیس ٹن

لوہا تھا جو صرف ایک فلاحی تنظیم کی طرف سے ملا تھا۔یوں کئی طرح کے مسائل پیش آنے کی وجہ سے مینار کا تعمیراتی کام بار بار تعطل کا شکار ہوتا رہا۔مینار کے ٹھیکیدار میاں عبدالخالق ایک سیاسی کارکن اور فعال مسلم لیگی تھے۔انہوں نے 1941ء میں P.W.D میں ملازمت شروع کی اور قیام پاکستان کے بعد ملازمت چھوڑ کر کنسٹرکشن کا کام کرنے لگے۔وہ چونکہ ایک بھرپور سیاسی کارکن تھے اور انہوں نے صدر ایوب کے خلاف محترمہ فاطمہ جناح کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا اس بنا پر ان کے تعمیراتی بل روک لیے جاتے یا تاخیری حربے اپنائے جاتے۔اپنے بلوں کی وصولی کے لیے انہیں عدالت کا سہارا تک لینا پڑا تھا۔ان ہتھکنڈوں نے بھی مینار کے کام کو متاثر کیا۔مینار کی تعمیر جو 23مارچ 1965ء تک مکمل کرنے کا منصوبہ تھا،مسلسل تاخیر کا شکار ہوتی رہی۔فنڈ کی کمی ایک مستقل دردِ سر بنی رہی جو تعمیراتی کاموں کو متاثر کرتی رہی۔چار سال میں صرف تین لاکھ روپے جمع کر سکی۔فنڈ کی فراہمی کے لیے حکومت نے تفریحات پر ٹیکس لگانے کے علاوہ منصوبے میں بھی تبدیلی کی اور اس میں شامل لائبریری اور آڈیٹوریم کی تعمیر بھی ملتوی کر دی۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر بھی تعمیراتی کام رُکا رہا۔تاہم فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس منصوبے پر بھی عملدرآمد نہ ہو سکا۔یوں مینار پاکستان کے اپنے ڈیزائن میں بھی تبدیلیاں لائی جاتی رہیں۔مینار پاکستان اسی جگہ بنایا گیا ہے جہاں 23مارچ 1940ء کی قرارداد کے وقت اسٹیج بنایا گیا تھا۔اس جگہ کی نشاندہی میاں امیر الدین نے کی تھی۔96فٹ 6انچ اُونچا یہ مینار 31اکتوبر 1968ء/8شعبان 1388ھ کو مکمل ہوا۔اس پر 75لاکھ روپے (بشمول جملہ مصارف اور باغ دشت) صرف ہوئے۔

قرارداد لاہور کا مکمل متن (اردو،انگریزی،بنگالی زبانوں میں) علامہ اقبالؒ کے اشعار قرارداد دہلی (9اپریل 1946ء) اور ارشادات قائداعظم کندہ ہیں۔ایک سِل پر علامہ

اقبالؒ کی نظم "صبح" اور "تخیل پاکستان" کے عنوان سے علامہ کے مشہور اشعار "خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ" کندہ کیے گئے ہیں۔

قائداعظم کی تقاریر سے اقتباسات چار سلوں پر کندہ ہیں۔ایک سل پر قومی ترانہ لکھا ہے۔ہر سل ایک چھوٹی سی تختی موضوع کے اعتبار سے بطور سُرخی لگائی گئی ہے۔ان چھوٹی بڑی تختیوں کی کل تعداد چالیس ہے۔مینار کے صدر دروازے پر "مینار پاکستان" اور "اللہ اکبر" کی تختیاں آویزاں ہیں۔

گورنر مغربی پاکستان نے 19فروری 1966ء کو منٹو پارک کا نام تبدیل کر کے "اقبال پارک" رکھ دیا تھا۔تاہم عرصہ تک عوام الناس منٹو پارک ہی کہتے رہے۔مینار پاکستان کی تعمیر کے کام میں تاخیر کے سبب اس کی تعمیر کی لاگت بھی بڑھ گئی،چنانچہ 28جون 1966ء کو کمشنر لاہور کی زیر صدارت کمیٹی کے اجلاس میں مینار اور اس سے ملحقہ پارک کی تعمیر کے لیے تخمینوں کی منظوری دی گئی۔نئے تخمینے کی رُو سے لاگت 2442926سے بڑھ کر 5928629روپے کر دی گئی۔کمیٹی نے ایک لائبریری اور کیفے ٹیریا کی تعمیر کی منظوری بھی دی۔جس پر لاگت کا تخمینہ 174470روپے تھا۔یہاں تحریک پاکستان میوزیم بنانے کا بھی منصوبہ تھا مگر اگست 1967ء میں آڈیٹوریم اور اس میں میوزیم کے قیام کا منصوبہ ترک کر دیا گیا اور اعلان ہوا کہ آڈیٹوریم "پاکستان ہاؤس" کے نام سے شاہراہ قائد اعظم پر چڑیا گھر سے متصل 9کنال اراضی یا اسمبلی چیمبر کے عقب بنایا جائے گا۔"پاکستان ہاؤس" کی تعمیر کا تخمینہ 90لاکھ روپے لگایا گیا تھا۔

اللہ اللہ کر کے مینار کی تعمیر مکمل ہوئی اور یہ اعلان کیا گیا کہ گورنر مغربی پاکستان محمد موسیٰ خان 21اپریل 1968ء کو "یوم اقبال" کے موقع پر اس کا افتتاح کریں گے مگر افتتاح سے چند روز قبل ہی اس تقریب کو ملتوی کر دیا گیا کیونکہ 19اپریل روسی وزیراعظم الیکسی

کوئین پاکستان کے دورے پر آنے والے تھے اور حکمران ان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے اس لیے ان کے پاس اس منصوبے کے افتتاح کے لیے وقت نہیں تھا۔

افتتاح کی نئی تاریخ 23 مارچ 1969ء مقرر ہوئی۔ مغربی پاکستان حکومت نے ڈویژنل اور ڈپٹی کمشنروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کی ان ممتاز شخصیات کی فہرست تیار کریں جن کا تعلق قرارداد پاکستان کے سلسلہ میں منعقد تاریخی اجلاس لاہور سے رہا ہوتا کہ مینار کی افتتاحی تقریب میں مدعو کیا جا سکے۔ عوام چاہتے تھے کہ مینار کا افتتاح ملک کے دونوں حصوں کے سربراہ یا صدر پاکستان کریں۔ اس لیے فیصلہ ہوا کہ مینار کا افتتاح صدر ایوب خان کریں گے تاہم ملکی سیاسی حالات کی ابتری کی وجہ سے اس کی نوبت بھی نہ آ سکی اور مینار کو بغیر افتتاح 23 مارچ 1969ء کے روز کھول دیا گیا۔ گورنر عتیق الرحمٰن نے نومبر 1970ء میں مینار کا دورہ کیا۔

مینار کی دوسرے چبوترے پر چاند کی شکل کا حوض ہے جس کے کونے آپس میں ملے ہوئے ہیں جو ملک کے مشرقی اور مغربی حصوں کی ترجمانی ہے۔ اس کے اُوپر پانچ کونوں والا ستارہ ہے جو پانچ صوبوں کی نمائندگی کے لیے بنایا گیا ہے۔ ستارے کے وسط میں کنول کے پھول جیسا مینار اپنی سایہ دار پتیاں پھیلائے کھڑا ہے۔ جو دنیا بھر میں ایک منفرد انداز ہے۔ ویسے بھی شاید یہ دُنیا کا واحد مینار ہے جو کسی قرارداد کی یاد کے طور پر تعمیر ہوا ہے۔

جون 1982ء سے اس کا انتظام لاہور کے ترقیاتی ادارے (ایل ڈی اے) کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اس ادارے نے یہاں مرحلہ وار بہتری کے پروگرام بنائے۔

پارک کا رقبہ تقریباً 90 ایکڑ ہے۔ اس میں سے بیشتر درخت کاٹ کر اسے پارک کی شکل دی گئی ہے۔ پارک کو خوب صورت فواروں، نشستوں، راستوں، پھولوں کی کیاریوں، آہنی جنگلوں اور گھاس کے قطعات سے آراستہ کیا گیا ہے۔ بجلی کا بیشتر نظام مینار کے 10 فٹ گہرے تہہ خانے میں رکھا گیا ہے۔

معلومات علامہ اقبال

س: یہ بتایئے کہ علامہ اقبال کب اور کہاں پیدا ہوئے، نیز اُن کے والد کا کیا نام تھا؟

ج: 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں، والد کا نام شیخ نور محمد، والدہ کا امام بی بی تھا۔

س: علامہ اقبال کا تعلق کس خاندان سے ہے؟

ج: کشمیری پنڈتوں کے خاندان سے۔

س: یہ بتایئے کہ حضرت بابا حج سے علامہ اقبال کا کیا تعلق تھا؟

ج: وہ کشمیری خاندان کے ممتاز صوفی بزرگ تھے۔ ان کا لقب حج اس لیے پڑا کہ انہوں نے متعدد بار پاپیادہ حج کیا۔

س: کیا آپ جانتے ہیں کہ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا کے مطابق علامہ اقبال کی سن پیدائش کیا ہے؟

ج: جی ہاں 1876ء

س: اقبال سٹریٹ سیالکوٹ کے کس بازار میں واقع ہے؟

ج: بازار چوڑی گراں میں۔

س: اپریل 1909ء میں علامہ اقبال کے حالات زندگی پر مشتمل کس رسالہ میں ایک مضمون شائع ہوا۔ رسالے کا نام بتایئے؟ نیز یہ بھی بتایئے کہ یہ مضمون کس نے لکھا؟

ج: کشمیری میگزین لاہور محمد دین فوق نے۔

س: ''زندہ رود'' حیات اقبال پر ایک کتاب شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے شائع

کی۔بتائیے کہ اس کتاب کے مصنف کون ہیں اور یہ کس سال شائع ہوئی؟

ج:علامہ اقبال کے صاحب زادے مسٹر جسٹس جاوید اقبال 1979ء میں

س:کیا آپ جانتے ہیں کہ قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح نے کب اقبال منزل میں قدم رکھے تھے؟

ج:اپریل 1944ء میں' 1952ء میں۔

س:اپریل 1956ء میں مصر کے ایک معروف ادیب اقبال منزل میں تشریف لائے ۔اُن کا نام بتائیے؟

ج:عبدالوہاب المصری۔

س:یہ بتائیے کہ علامہ اقبال نے عربی اور فارسی کی تعلیم کس سے حاصل کی؟

ج:پہلے مولانا غلام حسن سے پھر مولانا سید میر حسن سے۔

س:علامہ اقبال کے والد محترم نے کس کے کہنے پر علامہ اقبال کو اسکاچ مشن ہائی اسکول میں داخل کرایا؟

ج:مولانا میر حسن شاہ کے۔

س:یہ بتائیے کہ علامہ اقبال نے میٹرک کا امتحان کس سنٹر سے اور کب پاس کیا؟

ج: گجرات سنٹر سے 1893ء میں۔ان دنوں میں سیالکوٹ میں امتحانات کا سنٹر نہیں تھا۔

س: کیا آپ جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کی شادی کس کی صاحب زادی سے ہوئی؟ نیز اُن کی اہلیہ کا نام بھی بتائیے؟

ج: گجرات کے سول سرجن خان بہادر عطامحمد خان کی صاحب زادی سے کریم بی بی۔

س:علامہ اقبال کے بڑے صاحب زادے کہاں اور کب پیدا ہوئے؟

ج:اپنے ننھیال میں 1899ء میں۔

س:یہ بتائیے کہ علامہ اقبال نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان سیالکوٹ کے کس کالج سے پاس کیا؟

ج:اسکاچ مشن کالج' پہلے یہ کالج' ہائی اسکول کی حیثیت رکھتا تھا۔

س:غزل میں علامہ اقبال کے اُستاد کون تھے؟

ج:نواب مرزا داغ دہلوی۔

س:کیا آپ جانتے ہیں کہ سفر انگلستان کے موقع پر علامہ اقبال نے حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار پر کس عنوان سے نظم پڑھی؟

ج:التجائے مسافر

س:علامہ اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور میں کب داخلہ لیا اور وہاں انہیں کس ممتاز استاد کی رفاقت میسّر آئی؟

ج:1895ء میں پروفیسر آرنلڈ کی۔

س:یہ بتائیے کہ علامہ اقبال عربی' اُردو' انگریزی کے امتحانوں میں کس سن میں اوّل آئے اور انہوں نے کیا اعزاز حاصل کیا؟

ج:1897ء میں عربی اور انگریزی میں' دوطلائی تمغے۔

س:1899ء میں علامہ اقبال نے ایم۔اے کے امتحان میں اوّل آنے پر گولڈ میڈل حاصل کیا۔ایوارڈ کا نام بتائیے؟

ج:نانک بخش میڈل

س:ایم اے کرنے کے بعد علامہ اقبال کو کہاں ملازمت ملی؟

ج:اورینٹل کالج لاہور میں۔

س:کیا آپ جانتے ہیں کہ علامہ اقبال 1905ء میں کس عہدے پر اور کس کالج میں تعینات تھے؟

ج:گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ۔

س:1905ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد علامہ اقبال نے کہاں کا ارادہ کیا؟

ج:انگلستان کا۔

س:انگلستان پہنچ کر علامہ اقبال نے کس کالج میں داخلہ لیا؟

ج:کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرنیٹی کالج میں۔

س:ڈاکٹر مک ٹیگرٹ کون تھے؟ان کا پورا نام کیا تھا؟

ج:علامہ اقبال کے اُستاد جان مک ٹیگرٹ وہ لندن میں پیدا ہوئے۔

س:علامہ اقبال کی مثنوی ''اسرارِ خودی'' کا انگریزی میں کب اور کس نے ترجمہ کیا؟

ج:1920ء میں پروفیسر نکلسن نے۔

س:علامہ اقبال نے کس کے کہنے پر ایران کے فلسفہ مابعد الطبیعیات کا مضمون منتخب کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے کہاں تشریف لے گئے؟

ج:پروفیسر ای جی براؤن پورا نام ایڈورڈ گرنیول براؤن تھا۔

س:علامہ اقبال کے اُستاد میر حسن کا انتقال کب ہوا؟

ج:25 ستمبر 1929ء کو۔

س:1905ء سے 1908ء تک کا زمانہ اقبال کی شاعری کا دوسرا دور کہلاتا ہے بتایئے یہ عرصہ علامہ اقبال نے کہاں گزارا؟

ج:یورپ میں۔

س:علامہ اقبال نے کن شخصیات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا؟

ج:حضور نبی کریمؐ،حضرت ابو بکر صدیقؓ، سکندر اعظم،چنگیز خان،محمود،ایاز،فاطمہ بنت عبداللہ،عبدالرحمٰن اوّل،حضرت بلال حبشیؓ،سلطان ٹیپو،ہارون الرشید،طارق بن زیاد،مجدد الف ثانی وغیرہ وغیرہ۔

س:ان مقامات کا نام بتایئے جو علامہ اقبال کی شاعری میں جگہ جگہ ملتے ہیں؟

ج: ساحل نیل،کنارہ دریائے کبیر،خاک کاشغر،خاک بخارا،خاک نجف،سرزمین حجاز،سرزمین ثمرقند و بدخشاں،مسجد قرطبہ،مسجد قوت الاسلام،قسطنطنیہ،بغداد اور دہلی وغیرہ

س:مغرب کے ان فلسفیوں کا نام بتایئے جن کا ذکر علامہ کی شاعری میں ملتا ہے؟

ج:نٹشے،کارل مارکس،لینن،نپولین،مسولینی وغیرہ۔

س:پاکستان میں صد سالہ جشن اقبال کس سال میں منایا گیا؟نیز اس کا آغاز کس تاریخ کو ہوا؟

ج: یکم جنوری 1977ء کو۔

س:علامہ اقبال کے خصوصی معالج کا نام بتایئے؟

ج:حکیم محمد حسن قرشی

س:علامہ اقبال نے کس پشتو شاعر کو خوش حال خاں خٹک کے بارے میں عمدہ باتیں کہی کہیں؟

ج:انہوں نے خوش حال خاں خٹک کی وصیت کی تمام باتوں کو بڑی عمدگی سے پیش کیا۔

س:علامہ اقبال نے پی ایچ ڈی کی ڈگری لینے کے سلسلے میں کون سا مقالہ لکھا؟

ج:The Development of Metaphgncsin persia

س:یہ بتایئے کہ علامہ اقبال نے بیرسٹری کی سند کب اور کہاں سے کی؟

ج:یکم جولائی 1908ء کو لنکنز ان انگلستان سے۔

س:اُردو اور فارسی میں حکیم الامت کی منظومات کون کون سی ہیں اور یہ کب شائع ہوئیں؟

ج:اردو؛ بانگ درا 1924ء بال جبریل 1935ء ضرب کلیم 1936ء فارسی: اسرار خودی 1915ء رموز بے خودی 1918ء پیام مشرق 1922ء زبور عجم 1927ء جاوید نامہ 1929ء مثنوی مسافر 1933ء پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق 1936ء ارمغان حجاز فارسی/اردو نومبر 1938ء بعد از وفات۔

س:علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے 1977ء سے 1979ء کے درمیانی عرصہ میں علامہ اقبال پر اُردو میں لکھی جانے والی کن کتابوں پر نقد انعامات دینے کا اعلان کیا؟

ج:زندہ رود ڈاکٹر جاوید اقبال دس ہزار روپے انگریزی میں اقبال کا مذہبی فلسفہ دس ہزار روپے مصنف ڈاکٹر محمد معروف بلوچی میں حیات اقبال مصنف غلام صابر پانچ ہزار روپے پنجابی میں جاوید نامہ کا منظوم پنجابی ترجمہ پانچ ہزار روپے مصنف شریف کنجاہی پشتو امیر حمزہ شنواری سندھی میں پروفیسر لطف اللہ مرحوم کو انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

س:بھارت کے کس ریسرچ اسکالر کو اُردو اکیڈمی نے کس کتاب پر انعام دیا؟

ج:علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اسکالر شمس درانی کو اُن کی کتاب کلام اقبال پر۔

س:"روح اقبال" کس کی تصنیف ہے نیز یہ سب سے پہلے کب اور کہاں سے شائع ہوئی؟

ج:یوسف حسین خاں کی 1942ء میں حیدرآباد دکن سے۔

س:علامہ اقبال کو سر کا خطاب کب ملا؟

ج:1923ء میں علامہ اقبال پر سب سے پہلی کتاب لکھی گئی جس پر حکومت کی طرف سے انہیں نائٹ ہڈ کا خطاب دیا گیا۔

س:علامہ اقبال نے تصور پاکستان کب اور کہاں پیش کیا تھا؟

ج:دسمبر 1930ء میں جب کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں جو الہ آباد میں منعقد کیا گیا تھا۔انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔

س:پنجاب یونیورسٹی نے علامہ اقبال کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری کب دی؟

ج:4 دسمبر 1933ء وہ پہلے ہندوستانی تھے جنہیں یہ ڈگری دی گئی۔

س:علامہ اقبال کا کون سا شعری مجموعہ سب سے پہلے کب شائع ہوا؟

ج:فارسی کلام اسرار خودی 1915ء میں شائع ہوا۔

س:7 جنوری 1929ء کو علامہ اقبال مدراس تشریف لے گئے تو وہاں کی کس انجمن نے انہیں اپنی تقریب میں مدعو کیا؟

ج:انجمن ہلال احمر نے۔

س:لاہور کے ایک میڈیکل کالج کا نام علامہ اقبال کے نام پر علامہ اقبال میڈیکل کالج رکھا گیا بتایئے کس تاریخ کو؟

ج:2 دسمبر 1977ء کو

س:اقبال اکیڈیمی کراچی کا قیام کب اور کس ایکٹ کے تحت عمل میں آیا؟

ج:1951ء میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے تحت۔

س:اسکولوں میں علامہ اقبال کی نظم لب پہ آتی ہے دعا بن کے پڑھنے کا حکم کب دیا

گیا؟

ج:10 نومبر 1977ء کو

س:یہ بتایئے صدر ضیاء الحق نے لاہور میں اقبال میموریل فنڈز کے قیام کا اعلان کب
کیا؟

ج:9 نومبر 1977ء کو

س:صدر ضیاء الحق نے اپنی طرف سے اس فنڈ میں کتنا عطیہ دیا؟

ج:501 روپیہ۔

س:علامہ اقبال کا یوم پیدائش سرکاری طور پر پہلی مرتبہ کب منایا گیا؟

ج:9 نومبر 1975ء کو

س:شاعر مشرق علامہ اقبال کا صد سالہ یوم ولادت منانے کے لیے کمیٹی کب مقرر کی
گئی؟

ج:21 ستمبر 1972ء کو ارکان احمد ندیم قاسمی، پروفیسر فتح محمد ملک، قیوم نظر، پروفیسر
عثمان اور نذیر نیازی۔

س:یہ بتایئے کہ علامہ اقبال کی کتاب اسرار خودی کا پنجابی میں ترجمہ کس نے کیا ہے؟

ج:خلیل آتش نے۔

س:علامہ اقبال کے صد سالہ جشن کا افتتاح کب ہوا؟

ج:7 جنوری 1977ء کو

س:کس سال کو سال اقبال قرار دیا گیا؟

ج:1974ء کو۔

س:1963ء میں علامہ اقبال کے کس کلام کا پشتو میں ترجمہ شائع ہوا؟

ج:بانگِ درا اور پیام مشرق

س:علامہ اقبال کا انتقال کب ہوا؟

ج:21 اپریل 1938ء کو

س:4 مئی 1961ء کو اقبال اکیڈیمی نے حکیم الامت علامہ اقبال کے 320 خطوط،
تصویریں اور نادر مضامین کس کی تحویل میں دیئے؟

ج:نیشنل میوزیم کراچی کی۔

س:یہ بتایئے کہ علامہ اقبال کے بڑے صاحب زادے آفتاب اقبال کا انتقال کب
ہوا؟

ج:13 اگست 1979ء کو

س:وفاقی حکومت نے 31 جنوری 1978ء کو مسٹر جسٹس مشتاق حسین کو ٹرسٹیوں کے
کس بورڈ کا چیئرمین مقرر کیا؟

ج:علامہ اقبال میوزیم ٹرسٹ کا۔

س:علامہ اقبال میموریل کا نام ایوان اقبال کب رکھا گیا؟

ج:26 اپریل 1978ء کو۔

س:بتایئے علامہ اقبال میوزیم کی تزئین وترتیب کا کام کس ملک کے ماہرین نے کیا؟

ج:جاپان

س:بتایئے ایوان اقبال لاہور کا ڈیزائن کس تعمیراتی ادارے نے بنایا ہے؟

ج:انوائر مغل پلاننگ آرکیٹکچر زنے۔

س:اقبال پر لکھی جانے والی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب کا نام بتایئے؟

ج:اقبال اور پاکستان

س:بتایئے ایوان اقبال لاہور کی تعمیر کا افتتاح کب اور کس نے کیا؟

ج:9 نومبر 1983ء کو جسٹس جاوید اقبال نے۔

س:اقبال معاصرین کی نظر میں کے مرتب کون ہیں؟

ج:پروفیسر وقار عظیم۔

س:''برہان اقبال'' نامی کتاب کے مصنف کا نام بتایئے؟

ج:پروفیسر مرزا محمد منور۔

س:علامہ اقبال کی زندگی ہی میں کل کتنی مرتبہ یوم اقبال منایا گیا تھا؟

ج:تین مرتبہ۔

س:علامہ اقبال نے کس کے لیے کہا تھا کہ میں ان جیسی نثر لکھ سکتا تو کبھی شاعری کو نہ اپناتا؟

ج:خواجہ حسن نظامی۔

س:علامہ اقبال کے جنازے کے آگے کس جماعت کا پرچم لہرایا جا رہا تھا؟

ج:مسلم لیگ۔

س:علامہ اقبال کے بعد پنجاب مسلم لیگ کے صدر کون بنے؟

ج:سر شاہنواز ممدوٹ۔

س:''اقبال سب کے لیے'' مصنف کا نام بتایئے؟

ج:ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔

س:میں نے اسلام کی اسپرٹ اقبال سے سیکھی ہے۔ یہ الفاظ کس رہنما کے ہیں؟

ج:مولانا محمد علی جوہر۔

س:شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے زیر مطالعہ رہنے والی کتابیں اسلامیہ

کالج لاہور کو بطور عطیہ دی تھیں کتابوں کی تعداد بتایئے؟

ج:433۔

س:1973ء میں کس ملک نے علامہ اقبال کا صد سالہ جشن منایا تھا؟

ج:بھارت نے۔

س:صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے علامہ اقبال میوزیم کا افتتاح کب اور کہاں کیا؟

ج:26 جولائی 1984ء کو لاہور میں۔

س:ایوان اقبال لاہور میں تعمیر ہو رہا ہے کتنے رقبہ پر ہے؟

ج:42 کنال۔

س:6 ستمبر 1984ء کو لاہور کے کس کور کمانڈر نے علامہ اقبال کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی؟

ج:لیفٹیننٹ جنرل محمد اسلم شاہ نے۔

س:''اقبال مائنڈ اینڈ آرٹ'' کس بھارتی اسکالر نے تحریر کی ہے؟

ج:پروفیسر جگن ناتھ آزاد۔

س:''اقبال کے آخری دو سال'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

ج:ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔

عمیر الٰہی کا شمار اُن ذہین طالب علموں میں ہوتا ہے جنھیں ان کے اسکول چنیوٹ اسلامیہ اسکول کراچی نے میٹرک میں %88 نمبر لینے پر گولڈ میڈل سے نوازا ہے۔ عمیر الٰہی اس وقت آدم جی سائنس کالج کراچی کے طالب علم ہیں۔ جہاں عمیر الٰہی نے نصابی سرگرمیوں میں اپنا نام بلند کیا ہے وہیں انھوں نے بچوں کے ادب میں اسی قسم کی پیش رفت جاری رکھی ہوئی ہے۔ عمیر الٰہی 2011ء میں قائداعظم محمد علی جناح اور 2012ء میں علامہ اقبال پر کتابیں لکھ کر مسلسل دو مرتبہ نیشنل بک فاؤنڈیشن سے صدارتی ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ تحریک پاکستان اور شخصیات پاکستان عمیر الٰہی کے پسندیدہ موضوع ہیں۔

(ادارہ)

DESIGN BY: SYSTEMGRAPHICS

R-95 سیکٹر B-15، بفرزون نارتھ کراچی 0333-2172372

قیمت: 50 روپے

ISBN: 978-969-9562-33-4